accountabilitylab PAKISTAN

پالیسی رپورٹ

پاکستان میں جمہوریت کے استحکام کے لیے آئینی شعور کی اہمیت

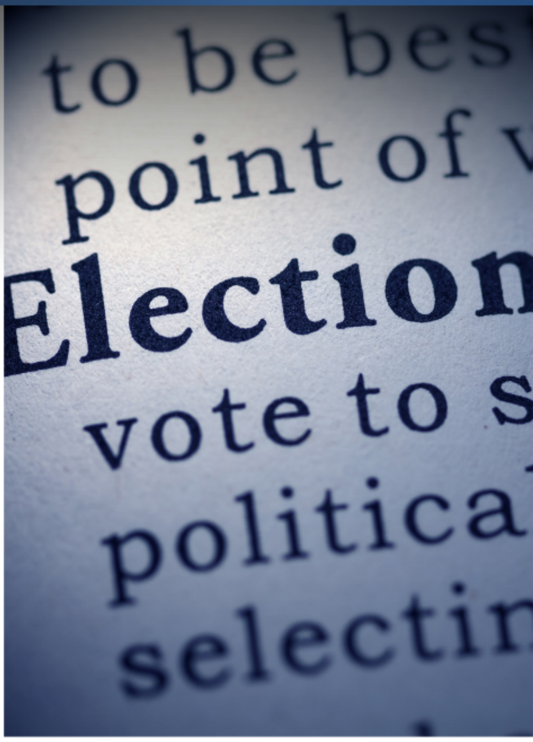

PAKISTAN.ACCOUNTABILITYLAB.ORG

/accountlabpk

فہرست

جامع خلاصہ 4
تعارف 5
بااختیار اور باشعور شہریوں کی کمی 6
آئینی شعور کا فقدان 6
پاکستان میں جمہوریت اور آئینی حقوق کے شعور کے حوالے سے فرق کا تجزیہ 7
نوجوانوں، دیہی آبادی اور محروم طبقات میں آئینی/شہری حقوق کے بارے میں شعور کی کمی 7
ووٹ نہ ڈالنے کا رجحان 7
شہریوں کی حقوق کے حصول کی جدوجہد میں عدم دلچسپی 8
اداروں کی جانب سے قوانین کا غلط استعمال اور عوامی اعتماد کا فقدان 8
اشرافیہ کی گرفت اور اختیارات کا ارتکاز 8
آئینی شعور کیوں ضروری ہے؟ 8
آئین: ایک زندہ معاہدہ، صرف قانونی کتاب نہیں 9
حقوق پر مبنی حکمرانی اور قانونی بااختیاری 9
آئینی تعلیم بہتر جمہوریت میں کیسے مدد دیتی ہے؟ 9
قانون کی حکمرانی 9
متنوع معاشروں میں سماجی ہم آہنگی 9
موجودہ تعلیمی نظام اور عوامی مکالمے میں پائے جانے والے خلا 10
تعلیمی اداروں میں شہری حقوق کی تعلیم کا فقدان 10
میڈیا اور عوامی مکالمے میں حقوق پر مبنی بیانیے کی کمی 10
ریاست کی طرف سے آئینی شعور کے فروغ کی کوششیں 11
علاقائی اور عالمی تجربات سے سیکھنے کے مواقع 11
بھارت میں این سی ای آر ٹی کی نصابی کتب اور "سمودھان ریڈیو" 11
کینیا: 2010 کے بعد آئینی اصلاحات اور شہری تعلیم 11
تیونس: "عرب بہار" کے بعد آئینی مکالمہ 12
کولمبیا: امن معاہدے کے بعد شہری تعلیم 12
عالمی تجربات کی روشنی میں پاکستان کے لیے اہم رہنما اصول 12
کثیر الجہتی شہری تعلیم 12

ادارہ جاتی انضمام 12
سول سوسائٹی کی قیادت 12
تسلسل اور نگرانی 12
سرکاری تعلیمی اداروں میں "آئین و شہریت کے شعبے" کا قیام 13
پاکستان میں شہری و آئینی تعلیم کے فروغ کے لیے پالیسی سفارشات 13
نصاب میں اصلاحات 13
نوجوانوں کی شمولیت پر مبنی آئینی و شہری تربیت کے پروگرام 13
کمیونٹی اور میڈیا کی شمولیت 14
سول سروس اور اساتذہ/ فیکلٹی کی تربیت 14
مقامی سطح پر شہری تعلیم کی کوششیں 14
اختتامیہ 14

جامع خلاصہ

پاکستان روزِ اول سے مسلسل ایک جمہوری بحران کا شکار رہا ہے، جس کی بنیادی وجہ ریاست اور عوام کے درمیان گہری خلیج ہے۔ عوام اور مقتدرہ میں اس فاصلے کی وجوہات میں ملک کی 78 سالہ سیاسی تاریخ میں جمہوریت کا بار بار معطل ہونا، چند بااثر طبقات کا اقتدار پر قابض رہنا، عدلیہ اور فوج کی مقتدرہ کے امور میں حد سے زیادہ مداخلت اور ریاستی اداروں کی جانب سے بنیادی سہولیات فراہم کرنے میں ناکامی شامل ہیں۔ جیسے جیسے عوام کا جمہوری نظام پر اعتماد کم ہوتا جا رہا ہے، مایوسی بڑھتی جا رہی ہے، جس کا اظہار ہمیں ووٹنگ کی شرح میں کمی، شہریوں کی سیاسی امور سے لاتعلقی اور آمریت یا مقبول نعرہ بازی پر مبنی نظاموں کی طرف جھکاؤ میں نظر آتا ہے۔ تشویشناک بات یہ ہے کہ 2007 میں جمہوری نظام کے حامیوں کی تعداد 40 فیصد تھی جو 2024 میں کم ہو کر صرف 17 فیصد رہ گئی ہے، جبکہ 70 فیصد پاکستانیوں نے گزشتہ برس فروری 2024 میں ہونے والے عام انتخابات سے قبل انتخابی عمل پر عدم اعتماد کا اظہار کیا۔ بہت سے لوگوں کے لیے آئین ایک زندہ معاہدے کی بجائے محض ایک مشکل اور اشرافیہ کا بنایا ہوا دستاویز محسوس ہوتا ہے۔

یہ جمہوری زوال اس وجہ سے بھی گہرا ہو رہا ہے کہ ملک میں عوام کو آئین کی معلومات حاصل نہیں اور آئین کے بارے میں آگہی بہت کم ہے۔ زیادہ تر شہری، خاص طور پر نوجوان، خواتین، دیہی علاقوں کے باسی اور محروم طبقے، نہ صرف اپنے آئینی حقوق سے ناآشنا ہیں بلکہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ ریاستی اداروں کو کس طرح جوابدہ بنا سکتے ہیں۔ اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں آئینی و سیاسی شعور یا تنقیدی سوچ کی تعلیم بہت کم دی جاتی ہے، میڈیا میں حقوق پر مبنی خبروں کے بجائے سنسنی خیزی کو ترجیح دی جاتی ہے اور عام شہری کے لیے قانونی رہنمائی حاصل کرنا بھی مشکل ہے۔ 2010 میں اٹھارویں ترمیم کے بعد شروع کیے گئے جمہوری شعور کے پروگرام پائیدار نتائج نہ دے سکے اور زیادہ تر اقدامات غیر مربوط اور مختصر دورانیے تک محدود رہے۔

اس مسئلے کا حل ایک ایسا بھرپور اور مربوط اقدام ہے جس کے ذریعے آئینی شعور کو تعلیمی نظام اور معاشرتی ڈھانچے کا مستقل حصہ بنایا جائے۔ اس کے لیے نصاب میں جامع اصلاحات، جمہوری شعور، اور آئین کو ایک زندہ سماجی معاہدے کے طور پر دیکھنے کی قومی سوچ کو فروغ دینا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں دنیا بھر سے کامیاب ماڈلز، جیسے کہ بھارت کے "این سی ای آر ٹی" کے نصاب اور "سمودھان ریڈیو"، کینیا کے سماجی تعلیم کے پروگرام، کولمبیا کا امن کے بعد کا تعلیمی نصاب، اور تیونس کے مقامی سطح پر آئینی مکالمے، ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ شہری تعلیم کو صرف اسکولوں تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ کمیونٹیز، ڈیجیٹل پلیٹ فارمز اور سرکاری اداروں میں بھی اس کی جڑیں مضبوط کی جائیں۔

اس تبدیلی کو ممکن بنانے کے لیے، اس پالیسی بریف کے ذریعے درج ذیل تجاویز دی گئی ہیں۔

1. **نصاب میں اصلاحات** : ہر سطح کے تعلیمی نصاب میں حقوق کی بنیاد پر، عمر کے مطابق سماجی شعور کی تعلیم شامل کی جائے تاکہ طلبہ میں تنقیدی سوچ پیدا ہو اور آئینی اصولوں کو اُن کی روزمرہ زندگی سے جوڑا جا سکے۔ جمہوری اداروں، قانون کی حکمرانی اور مقامی حکومتوں پر زور دیا جائے۔

2. **نوجوانوں پر مرکوز پروگرام** : یونیورسٹیوں، انتخابی عمل سے وابستہ اداروں اور سول سوسائٹی کے اشتراک سے باہمی بات چیت، ڈیجیٹل پلیٹ فارمز اور فرضی مشقیں شروع کی جائیں تاکہ طلبہ صرف سامع نہ رہیں بلکہ حکومت و ریاستی امور میں باشعور کردار ادا کر سکیں۔

3. **کمیونٹی اور میڈیا کی شمولیت** : مقامی ثقافتی ذرائع، ثقافتی میلوں اور کہانی گوئی کے ذریعے کم نمائندگی والے طبقات تک رسائی حاصل کی جائے۔ مرکزی اور علاقائی میڈیا میں حقوق پر مبنی پروگراموں کو فروغ دیا جائے۔ صحافیوں کو آئینی شعور پر تربیت دی جائے تاکہ عوامی گفتگو کا معیار بہتر ہو۔

4. **سرکاری ملازمین اور اساتذہ کی تربیت** : تربیت کے موجودہ نظام میں شراکتی سماجی تعلیم اور آئینی اقدار کو شامل کیا جائے۔ سرکاری ملازمین کو شفافیت، عوامی خدمات کی فراہمی اور شہری حقوق کے تحفظ سے متعلق آئینی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جائے۔

مختصراً، آئینی شعور صرف تعلیمی مقصد نہیں بلکہ جمہوری بقا کے لیے ضروری ہے۔ اگر پاکستان کو اپنے جمہوری بحران پر قابو پانا ہے اور ریاست و عوام کے درمیان نیا رشتہ قائم کرنا ہے تو ریاست کو چاہیے کہ وہ اپنے شہریوں کو آئین سے متعلق علم، سمجھ، اور اعتماد فراہم کرے تاکہ وہ اپنے حقوق کو پہچانیں، ان کا دفاع کریں اور انہیں حاصل کرنے کا مطالبہ کر سکیں۔ صرف اسی صورت میں عوام کا اعتماد بحال ہوگا اور ایک مضبوط، باہمی اور پائیدار جمہوریت ممکن ہو سکے گی۔

تعارف

پاکستان کو قیام کے وقت سے ہی مسلسل جمہوری بحران کا سامنا رہا ہے۔ ملکی تاریخ میں جمہوری طرزِ حکمرانی اور ریاست و عوام کے درمیان مضبوط تعلق کبھی مکمل طور پر قائم نہیں ہو سکا۔ جب یہ رشتہ کمزور ہو تو عوام ریاست سے لاتعلق اور بے پرواہ ہو جاتے ہیں، اور اس صورتحال میں ریاست اپنی بنیاد کھو بیٹھتی ہے اور غیر یقینی حالات کی طرف بڑھتی ہے۔ ریاست کو جو چیز مضبوطی سے جوڑے رکھتی ہے، وہ عوام کے ساتھ اس کا "سماجی معاہدہ " ہے، جس میں ریاست عوام سے کیے گئے وعدوں کو پورا کرتی ہے۔

پاکستان کے معاملے میں، ریاست اپنے شہریوں کا اعتماد حاصل کرنے میں مسلسل ناکام رہی ہے۔ یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ ریاست نے صرف قدرتی آفات یا جنگ جیسے قومی بحرانوں کے دوران ہی عوام کا کچھ اعتماد حاصل کیا۔ پاکستان کی جمہوری مشکلات کی بنیادیں اس کی ریاستی ساخت، سیاسی جواز اور فوج و سیاست کے غیر متوازن تعلقات جیسے حل طلب سوالات میں چھپی ہیں۔ ابتدائی 24 سالوں میں ملک مشرقی بازو (مشرقی پاکستان، موجودہ بنگلہ دیش) کے ساتھ اپنے رشتے کو طے کرنے میں ہی لگا رہا۔

ملک نے اپنی پہلی آئینی دستاویز 1956 میں منظور کی، جو صرف دو سال بعد 1958 میں فوجی مداخلت کے باعث منسوخ ہو گئی۔ 1962 کا آئین ایک صدارتی نظام کے تحت آیا لیکن سات سال میں ہی ختم ہو گیا۔ اگرچہ کچھ اقتصادی ترقی ضرور ہوئی، لیکن اس کے ثمرات عام لوگوں تک نہ پہنچ سکے۔ عوامی احتجاج سے پہلی فوجی حکومت کا خاتمہ ہوا، مگر جلد ہی دوسری فوجی حکومت آ گئی۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان مفاہمت نہ ہونے کے باعث خانہ جنگی ہوئی اور 1971 میں مشرقی پاکستان علیحدہ ہو گیا۔

اس کے بعد بچے ہوئے پاکستان (مغربی پاکستان) نے دوبارہ تعمیر کی کوشش کی، معیشت کو قومیایا گیا اور عوامی خدمات کا ایک نظام قائم کیا گیا۔ 1973 میں ایک متفقہ آئین منظور ہوا اور اصلاحات کی گئیں، لیکن 1977 میں ایک اور فوجی قبضے نے ان کوششوں کو سبوتاژ کر دیا۔ اس دور میں آئین میں تبدیلیاں کی گئیں، سرمایہ دار طبقے کو سیاست میں داخل کیا گیا اور جبر و دباؤ کا نظام قائم ہوا۔ 1988 میں جمہوریت بحال ہوئی، لیکن اگلی دہائی کی منتخب حکومتیں بدعنوانی اور فوج کے ساتھ چپقلش کا شکار رہیں۔ 1999 میں چوتھی فوجی مداخلت ہوئی، جس کے بعد 2002 سے 2008 تک "کنٹرولڈ جمہوریت" کا دور آیا، جس میں بلوچستان، خیبر پختونخوا، اور دیگر علاقوں میں بدامنی، شدت پسندی اور دہشتگردی بڑھی۔

2008 میں جمہوریت تو بحال ہوئی، لیکن گورننس کمزور رہی۔ 2008 سے 2018 کے درمیان حکومتوں نے کچھ پیش رفت کی، جیسے آئینی ترامیم، فوڈ سیکیورٹی اقدامات، اور اقتصادی بہتری، لیکن عوامی اعتماد حاصل نہ کر سکیں۔ عدلیہ نے بھی ریاستی معاملات میں ایسا کردار ادا کرنا شروع کیا جو ماضی میں فوج ادا کرتی رہی تھی۔ 2018 میں ایک نئی "ہائبرڈ حکومت" سامنے آئی، جس میں منتخب حکومت نے کھل کر فوج کے ساتھ مل کر کام کرنے کا دعویٰ کیا، مگر یہ شراکت زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ انتخابات میں دھاندلی، سیاسی جماعتوں پر دباؤ اور مہنگائی، سیاسی عدم استحکام اور معیارِ زندگی میں کمی نے عوام کو مزید مایوس کر دیا۔ حالیہ معاشی بحالی کے آثار کے باوجود ریاست پر عوام کا اعتماد بری طرح متاثر ہوا ہے۔

ایک حالیہ رپورٹ کے مطابق صرف 36 فیصد پاکستانیوں کو پارلیمنٹ پر اعتماد ہے، جو ریاستی اداروں اور عوام کے درمیان بڑھتے ہوئے اعتماد کے خلا کی نشاندہی کرتا ہے۔ عوام کا عدلیہ، الیکشن کمیشن، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور دیگر اداروں پر اعتماد بھی مسلسل کم ہو رہا ہے۔ اس کی بنیادی وجوہات میں کمزور جمہوری تسلسل، عدالتی حد سے تجاوز، فوجی مداخلت، اور ناقص عوامی خدمات شامل ہیں۔

یہ اداروں پر عدم اعتماد درحقیقت جمہوری نظام پر عدم اعتماد کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ گیلپ کے سروے کے مطابق 2007 میں 40 فیصد پاکستانیوں کا خیال تھا کہ جمہوریت بہترین نظام ہے۔ 2009 میں یہ شرح 36 فیصد، 2011 میں 27 فیصد، 2014 میں دوبارہ 40 فیصد، لیکن 2023 میں 20 فیصد اور 2024 میں صرف 17 فیصد رہ گئی۔ 2024 کے عام انتخابات سے دو دن قبل ایک سروے میں ظاہر ہوا کہ 70 فیصد پاکستانیوں کو انتخابی نظام پر اعتماد نہیں ہے۔

اگرچہ عدلیہ اور فوجی اداروں کا کردار عوامی بحث کا مرکز بنتے ہیں، لیکن ناقص عوامی خدمات (سروس ڈیلیوری) ایک اہم مگر نظرانداز پہلو ہے۔ بیشتر شہریوں کا ریاست سے واحد واسطہ انہی خدمات کے ذریعے ہوتا ہے، اور جب یہ نظام ناکام ہو، تو عوامی اعتماد بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

مختلف نسلی، مذہبی، مقامی اور لسانی گروہوں میں ریاست سے بداعتمادی اکثر سیاسی محرومیوں، وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم، نمائندگی کی کمی یا سیاسی طاقت سے دوری سے جڑی ہوتی ہے، لیکن پنجاب کے شمالی و وسطی علاقوں، خیبر پختونخوا کے وسطی حصوں اور شہری سندھ جیسے مرکزی علاقوں میں بھی بداعتمادی پائی جاتی ہے، جہاں ان سیاسی

مسائل کی شدت کم ہے۔ یہاں بداعتمادی کی بنیادی وجہ ناقص خدمات کی فراہمی ہے۔ جمہوری، فوجی یا ہائبرڈ حکومتیں، سب اس معاملے میں عوام کو مایوس کرتی رہی ہیں۔ بدعنوانی، اقرباپروری، بااثر افراد کو فائدہ پہنچانے والا نظام، اور وسائل پر قابض اشرافیہ نے عوامی خدمات کو غیر مؤثر اور غیر یقینی بنا دیا ہے، جو عام آدمی کی روزمرہ پریشانیوں کی ایک بڑی وجہ ہے۔

بااختیار اور باشعور شہریوں کی کمی

جمہوریت کی بنیاد صرف سیاستدانوں کے فیصلوں یا اشرافیہ کے غلبے پر نہیں، بلکہ باخبر اور بااختیار شہریوں کی فعال شرکت پر ہوتی ہے۔ مگر پاکستان میں جمہوریت ایک محدود طبقے، یعنی سیاسی و معاشی اشرافیہ، کے گرد گھومتی رہی ہے، جو نہ صرف ریاستی وسائل پر قابض ہے بلکہ معلومات اور علم تک رسائی کو بھی اپنے کنٹرول میں رکھتا ہے۔ یہ اجارہ داری صرف دولت یا ادارہ جاتی طاقت تک محدود نہیں، بلکہ قانونی فہم، طریقہ کار کی آگاہی، اور بیانیے پر کنٹرول تک پھیلی ہوئی ہے، جن پر دراصل ہر شہری کا حق ہونا چاہیے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عام لوگ جمہوری عمل سے کٹے ہوئے محسوس کرتے ہیں اور اکثر اسے کرپٹ، غیر متعلقہ اور غیر مؤثر سمجھتے ہیں۔

پاکستان میں سرکاری نظام کی ناکامی، افسر شاہی کی سستی، اقرباپروری اور بدعنوانی نے ایک ایسا خلا پیدا کیا ہے جہاں جھوٹ پر مبنی بیانیے اور عوامی جذبات کو بھڑکانے والی سیاست پروان چڑھتی ہے۔ چونکہ ریاستی ادارے جمہوری نظام کو واضح نہیں کرتے اور نہ ہی عوام کو اس میں شراکت دار بنانے کی کوشش کرتے ہیں عوام صرف اپنی روزمرہ مایوسیوں یا ٹی وی اور سوشل میڈیا پر موجود مسخ شدہ کہانیوں کے ذریعے نظام کو سمجھنے پر مجبور ہیں۔ اس سے عوام کا پارلیمانی جمہوریت پر اعتماد متزلزل ہوتا ہے اور لوگ فوری، غیر آئینی تبدیلی کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ایسی تبدیلیاں بھی بالآخر اسی طاقتور طبقے کو فائدہ دیتی ہیں، کیونکہ مقبول یا آمرانہ متبادل اکثر جمہوری نظام کے حوالے سے تحفظات کو یکسر نظرانداز کر دیتے ہیں۔

شہری حقوق کی تعلیم و آگہی کی کمی اور اداروں کی جانب سے معلومات کی شفافیت نہ ہونے کی وجہ سے عوام کو نہ تو نظام حکومت سمجھ میں آتا ہے، نہ وہ سوال کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ جمہوریت کے اصل طریقہ کار، جیسے پارلیمانی نگرانی، شہری احتساب، اور حقوق کی بنیاد پر حکمرانی، کی معلومات یا تو چھپائی جاتی ہیں، یا ایسی زبان میں بیان کی جاتی ہیں جو عام آدمی کے لیے ناقابل فہم ہو۔ بجائے اس کے کہ نظام عوام کو بااختیار بنائے، وہ اسے دور کر دیتا ہے۔ اسی لیے اکثر لوگ جمہوریت کو مسئلہ سمجھتے ہیں، حالانکہ یہی نظام طاقت کے غلط استعمال سے بچانے کا سب سے مؤثر ذریعہ ہو سکتا ہے۔ سبزواری (2025) کے مطابق، "یہ جمہوریت صرف نام کی ہے، اصل میں یہ اشرافیہ کی حکمرانی ہے۔"

یہ ماحول طاقتور طبقات کے لیے عوام کو گمراہ کرنے کا بہترین موقع بن جاتا ہے۔ جب جھوٹی معلومات اور مایوسی پھیلتی ہے تو مقبول لیڈر اور شدت پسند خود کو "ناکام نظام" کے متبادل کے طور پر پیش کرتے ہیں، حالانکہ وہ اکثر انہی غیر جمہوری ڈھانچوں کو مزید مضبوط کرتے ہیں جن پر وہ تنقید کرتے ہیں۔ یہ لوگ اصلاحات کی بجائے صرف غصے اور مایوسی کو استعمال کرتے ہیں اور مسئلے کو مزید بگاڑتے ہیں۔ اس طرح تبدیلی کا صرف ایک دکھاوا کیا جاتا ہے، جبکہ اصل طاقت مزید مرتکز ہو جاتی ہے۔

ایک مضبوط جمہوریت کے لیے صرف انتخابات کافی نہیں، بلکہ ایسے باشعور شہری بھی ضروری ہیں جو اپنے حقوق جانتے ہوں، اداروں کو جوابدہ ٹھہرا سکتے ہوں اور خود کو نظام کا حصہ محسوس کرتے ہوں۔ ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ معلومات کو عام کرے، شہری تعلیم کو فروغ دے، اور عوام کی شمولیت کے لیے جامع پلیٹ فارمز مہیا کرے۔ جب تک لوگ خود یہ نہ سمجھیں کہ جمہوریت کیسے کام کرتی ہے، کیا تحفظ دیتی ہے، اور کیسے بہتر بنائی جا سکتی ہے، وہ اس نظام پر اعتماد بحال نہیں کر سکیں گے۔ حقیقی اور پائیدار جمہوریت کی بنیاد طاقتور سیاستدان نہیں، بلکہ بااختیار عوام ہوتے ہیں۔

آئینی شعور کا فقدان

آئین صرف ایک قانونی دستاویز نہیں، بلکہ یہ شہریوں اور ریاست کے درمیان ایک بنیادی معاہدہ ہے، جو ان کے حقوق، فرائض، اور ریاستی طاقت کی حدود کو متعین کرتا ہے۔ لیکن پاکستان میں آئینی شعور، تعلیم اور اس کی روزمرہ حکمرانی میں حیثیت سے متعلق آگاہی نہایت کم ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق، اعلیٰ تعلیم یافتہ پاکستانیوں کی اکثریت آئین کی کسی ایک شق یا بنیادی حق کا نام تک نہیں بتا سکتی اور آئینی ترامیم جیسے 18 ویں ترمیم جیسے اہم اقدامات میں بھی ان کی دلچسپی نہایت محدود ہے۔ یہ لاعلمی محض اتفاق نہیں، بلکہ جمہوری انحطاط کی نشاندہی کرتی ہے، جہاں شہری خود کو سیاسی نظام سے کٹا ہوا محسوس کرتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا، مختلف سروے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عوام کا ریاستی اداروں پر اعتماد کم ہوتا جا رہا ہے اور جمہوری عمل کی حمایت میں مسلسل کمی آ رہی ہے۔ اس بداعتمادی کی ایک بڑی وجہ عوام کی آئینی حقوق سے لاعلمی اور اداروں کو

جوابدہ بنانے کے طریقہ کار سے ناواقفیت ہے۔ جب لوگ ان ذرائع سے واقف ہی نہ ہوں جو ان کی آزادی کا تحفظ کرتے ہیں، تو وہ نہ ان کا مطالبہ کرتے ہیں، نہ ان کا دفاع کرنے کا تردد کرتے ہیں۔

یہ صورتحال خاص طور پر اس لیے حیران کن ہے کہ پاکستان نے جنوبی ایشیا میں آئینی بحث و مباحثے کی ایک مضبوط روایت سے وراثت میں پائی تھی۔ برطانوی راج کے دوران، انڈین نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ دونوں نے خودمختاری کے تناظر میں انفرادی اور اجتماعی حقوق کے آئینی تحفظ پر بھرپور مذاکرات کیے۔ قیامِ پاکستان کے بعد بھی ملک کی ابتدائی سیاست اور فکری فضا میں نمائندگی، مشرقی و مغربی پاکستان میں برابری، اور وفاقی اختیارات کی تقسیم پر بھرپور بحثیں ہوئیں۔ انہی بحثوں کی بنیاد پر 1973 کا متفقہ آئین وجود میں آیا، ایک ایسا معاہدہ جو وفاق کے استحکام اور جمہوری اصولوں کی حفاظت کے لیے تشکیل دیا گیا۔ مگر افسوس کہ آئین عوامی زندگی کا حصہ بننے کے بجائے ایک مجرد اور دور کا تصور بنتا چلا گیا۔

آئین سے یہ لاتعلقی یکدم نہیں پیدا ہوئی۔ کئی دہائیوں کی فوجی حکمرانی، قانونی جوڑ توڑ اور آمرانہ تجربات نے رفتہ رفتہ آئین کی عوامی اہمیت کو کمزور کیا۔ غیر جمہوری قوتوں نے شعوری طور پر آئینی طرزِ حکمرانی کو بدنام کرنے کی کوشش کی، اور منتخب حکومتیں بھی جمہوری اقدار کو صحیح معنوں میں نافذ نہ کر سکیں، جس سے عوام کا آئینی عمل پر اعتماد مزید کم ہو گیا۔ آج آئین کو ایک پیچیدہ، سرکاری کتاب سمجھا جاتا ہے، نہ کہ ایک ایسا زندہ معاہدہ جو شہریوں کو بااختیار بناتا ہے۔ اگرچہ 2010 میں پارلیمنٹ نے آئین کی بالادستی بحال کی اور آئین کی معطلی پر سنگین سزائیں متعارف کرائیں، لیکن حکومتیں بارہا ان اصولوں کو نظرانداز کرتی رہی ہیں۔ ریاست کی جانب سے شہری حقوق کی تعلیم کی کوششیں بھی نہایت محدود رہی ہیں، اور آئین شاذونادر ہی عوامی احتجاج یا سیاسی مباحثوں میں حوالے کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

یہ لاتعلقی حقوق کی جدوجہد میں شہریوں کی شرکت کو سنگین نقصان پہنچا چکی ہے۔ شہری خود کو بے اختیار محسوس کرتے ہیں اور اداروں کی حدود سے تجاوز پر مؤثر سوال اٹھانے یا مزاحمت کرنے کی صلاحیت سے محروم رہتے ہیں۔

پاکستان میں جمہوریت اور آئینی حقوق کے شعور کے حوالے سے فرق کا تجزیہ

پاکستان ایک ہمہ جہت سماجی بحران کا شکار ہے، جس کے نتیجے میں جمہوری اقدار کی کمزوریاں، آئینی شعور کی شدید کمی، ووٹ نہ ڈالنے کا رجحان، جمہوری عمل میں عوامی شرکت کی کمی، قوانین کا غلط استعمال، اداروں پر بے اعتمادی اور اشرافیہ کی گرفت جیسی سنگین صورتحال پیدا ہوئی ہے۔ عوام آج بھی مکمل طور پر یہ نہیں سمجھ سکے کہ اگر کوئی قانون اُن کے حقوق کی حفاظت نہیں کرتا، تو وہ آئینی ضمانتوں کی بنیاد پر اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

نوجوانوں، دیہی آبادی اور محروم طبقات میں آئینی/شہری حقوق کے بارے میں شعور کی کمی

پاکستان کے نوجوان، خاص طور پر دیہی اور محروم علاقوں میں رہنے والے، آئینی اور شہری شعور سے تقریباً ناآشنا ہیں۔ پلڈاٹ کے 2022 کے ایک سروے کے مطابق نوجوان اکثر ووٹنگ کے عمل، سیاسی جماعتوں کے منشور، اور نظامِ حکومت سے لاعلم ہوتے ہیں۔ بہت سے نوجوانوں کو لگتا ہے کہ ان کا ووٹ بے اثر ہے اور پارٹی منشور ان کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

تعلیمی مسائل اس مسئلے کو مزید سنگین بناتے ہیں۔ ملک میں مجموعی شرح خواندگی صرف 61 فیصد ہے، اور دیہی خواتین میں یہ شرح صرف 38 فیصد ہے۔ بہت سے شہری تحریری معلومات تک رسائی حاصل نہیں کر پاتے، جس کی وجہ سے وہ سنی سنائی باتوں پر زیادہ انحصار کرتے ہیں۔

دیہی علاقوں میں سیاسی لاعلمی گہری جڑیں رکھتی ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق زیادہ تر دیہی افراد حکومت کے نظام، ووٹ کی اہمیت، یا عوامی فلاحی پروگراموں سے فائدہ اٹھانے کے طریقے سے ناواقف ہیں۔ نوید (2017) کے مطابق، دیہی ووٹرز اکثر برادری یا بااثر مقامی افراد کی ناراضی سے بچنے کے لیے ووٹ دیتے ہیں، بغیر یہ سمجھے کہ امیدواروں کی پالیسیاں یا آئینی نکات کیا ہیں۔

ووٹ نہ ڈالنے کا رجحان

پاکستان میں ووٹ ڈالنے کی شرح بتدریج کم ہو رہی ہے، جو جمہوری عمل سے عوام کی لاتعلقی کو ظاہر کرتی ہے۔ فافن کے مطابق، 2013 میں ووٹر ٹرن آؤٹ 55.5 فیصد تھا، جو 2024 میں کم ہو کر 48 فیصد رہ گیا، جو گزشتہ دو دہائیوں میں سب سے کم ہے۔ شہری علاقوں میں خاص طور پر یہ کمی شدید رہی، جہاں 2024 میں صرف 43.8

فیصد افراد نے ووٹ ڈالا، جبکہ دیہی علاقوں میں یہ شرح 50.1 فیصد رہی۔ 2018 سے 2024 کے دوران ایسے پولنگ اسٹیشنز کی تعداد چھ گنا بڑھ گئی جہاں ووٹ ڈالنے والوں کی تعداد بہت کم تھی، جو اس نظام سے عوامی مایوسی کو ظاہر کرتا ہے۔

نوجوانوں کی انتخابی عمل میں عدم شمولیت خاص طور پر تشویشناک ہے۔ اگرچہ وہ رجسٹرڈ ووٹرز کا 44 فیصد ہیں، پھر بھی گزشتہ آٹھ انتخابات میں ان کا اوسط ٹرن آؤٹ صرف 31 فیصد رہا، جو قومی اوسط سے تقریباً 13 فیصد کم ہے۔ انیس (2023) کے مطابق نوجوان اکثر یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا ووٹ کوئی فرق نہیں ڈال سکتا اور سیاستدان ان کے مسائل کو نظرانداز کرتے ہیں۔

شہریوں کی حقوق کے حصول کی جدوجہد میں عدم دلچسپی

شہریوں کی عدم شرکت صرف انتخابات تک محدود نہیں، بلکہ دیگر شعبوں میں بھی بہت کمزور ہے۔ کئی وجوہات، جیسے دور دراز علاقے، کم خواندگی، اور سماجی رکاوٹیں، محروم طبقات کو عوامی خدمات، بجٹ سازی، یا مقامی فیصلوں میں شرکت سے دور رکھتی ہیں۔ خواتین، نوجوان، دیہی غریب اور معذور افراد کو اکثر ان فیصلوں میں شامل نہیں کیا جاتا۔

بجائے اس کے کہ یہ لوگ باقاعدہ اداروں سے رجوع کریں، وہ اکثر مقامی طاقتور افراد کے ذریعے مسائل حل کرواتے ہیں۔ اگرچہ ملک میں نوجوانوں کی بڑی آبادی ہے، تاہم نوجوانوں کی ڈیجیٹل پلیٹ فارمز کے ذریعے جمہوری عمل میں شمولیت اور متحرک نوجوان قیادت ابھی تک کمزور ہے۔

اگر مقامی ادارے ترقیاتی منصوبہ بندی میں عوام کی شراکت کو یقینی بنائیں، اسمبلیاں عوامی سماعتیں منعقد کریں، اور قومی و صوبائی سطح پر بجٹ مشاورت کا سلسلہ شروع ہو، تو اس سے نہ صرف عوامی اعتماد بڑھے گا بلکہ نظامِ حکومت بھی مضبوط ہوگا۔ ایک مؤثر جمہوری نظام وہی ہے جو عوام، خاص طور پر نوجوانوں، کے لیے شمولیت کے مواقع فراہم کرے۔ جب عوام قانون سازی کے عمل اور منتخب نمائندوں کی کارکردگی سے باخبر ہوں، تو وہ زیادہ فعال اور بامعنی شرکت کرتے ہیں، جس سے سیاسی مایوسی اور اداروں پر بے اعتمادی میں کمی آتی ہے۔

اداروں کی جانب سے قوانین کا غلط استعمال اور عوامی اعتماد کا فقدان

اداروں کی حد سے زیادہ مداخلت جمہوری اداروں پر اعتماد کو مجروح کرتی ہے۔ ماہرین کے مطابق ووٹرز یہ محسوس کرتے ہیں کہ انتخابات کے نتائج پہلے سے طے شدہ ہوتے ہیں، اور اشرافیہ یا اسٹیبلشمنٹ نتائج پر اثرانداز ہوتی ہے۔ انیس (2023) کے مطابق پاکستان کے 29 وزرائے اعظم میں سے کوئی بھی اپنی مدت مکمل نہیں کر سکا، اور بار بار فوجی مداخلت عوام میں سیاسی بدگمانی کو فروغ دیتی ہے۔ جب ووٹرز یہ محسوس کرتے ہیں کہ جمہوری ادارے کرپٹ، ناقابل رسائی یا بے اختیار ہیں، تو وہ ان سے کٹ جاتے ہیں، اور آئینی حکمرانی کی بنیاد مزید کمزور ہو جاتی ہے۔

اشرافیہ کی گرفت اور اختیارات کا ارتکاز

اشرافیہ کی اجارہ داری جمہوری نظام کی خرابی کو مزید گہرا کرتی ہے۔ دیہی آبادی آج بھی جاگیرداروں اور برادری کے نظام کے زیرِ اثر ہے، جو ان کی تعلیمی کمی، میڈیا کنٹرول، اور معاشی محتاجی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ سیاسی جماعتیں اکثر خاندانی اور موروثی نظام پر مبنی ہوتی ہیں، جہاں نوجوانوں کی حقیقی نمائندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ حالیہ اعداد و شمار کے مطابق، تحریکِ انصاف کے امیدواروں میں 35 سال سے کم عمر نوجوان صرف 17 فیصد، مسلم لیگ ن میں 13 فیصد اور پیپلز پارٹی میں 23 فیصد تھے

اشرافیہ کے کنٹرول میں موجود بیوروکریسی اور اکثر اوقات فوج حتمی طاقت رکھتی ہے، جس سے آئینی اصولوں کی اہمیت کم ہو جاتی ہے۔ ایسے معاشرے میں، جہاں لوگ طاقتور افراد پر انحصار کرتے ہیں اور غیر رسمی نظامِ انصاف پر بھروسہ کرتے ہیں، وہاں باضابطہ شہری شمولیت کمزور ہوتی ہے۔ نتیجتاً، جمہوریت سے مایوسی صرف ایک نتیجہ نہیں، بلکہ اسے شعوری طور پر بڑھا کر اشرافیہ کی طاقت کو مستحکم کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔

آئینی شعور کیوں ضروری ہے؟

آئینی شعور جمہوری حکمرانی کی بنیاد ہے، جو شہریوں اور ریاست کے درمیان رشتہ اس طرح قائم کرتا ہے کہ ہر فرد کو اپنے حقوق، فرائض اور اداروں کی جوابدہی کا شعور ہو۔ پاکستان میں یہ شعور نہایت کمزور ہے۔ لوگ آئین کو ایک خشک قانونی دستاویز سمجھتے ہیں، نہ کہ ایک زندہ معاہدہ جو روزمرہ حکمرانی کے لیے ضروری ہے۔ جب عوام اپنے

آئینی حقوق سے ناواقف ہوں، تو وہ نہ تو اداروں کو مؤثر طریقے سے جوابدہ ٹھہرا سکتے ہیں، اور نہ ہی حقوق کی خلاف ورزی کے خلاف آواز بلند کر سکتے ہیں۔ اس سے جمہوری نظام کمزور ہوتا ہے اور اشرافیہ کو بے لگام کنٹرول حاصل ہو جاتا ہے۔

آئین: ایک زندہ معاہدہ، صرف قانونی کتاب نہیں

ایک فعال جمہوریت تبھی وجود میں آتی ہے جب آئین عوامی شعور کا حصہ ہو، ایک ایسا سماجی معاہدہ جو لوگوں کی روزمرہ زندگی سے جڑا ہو۔ پاکستان میں آئین زیادہ تر عدالتوں اور وکیلوں تک محدود رہ گیا ہے، جبکہ عام لوگ اس سے کٹے ہوئے ہیں۔ اگرچہ 2009 کی تعلیمی پالیسی میں بنیادی حقوق پر مبنی نصاب کا وعدہ کیا گیا تھا، مگر بدقسمتی سے اس پر مکمل عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ ماضی میں آئینی موضوعات قومی شناخت کا حصہ ہوا کرتے تھے، لیکن اب وہ محض ایک علامتی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔

حقوق پر مبنی حکمرانی اور قانونی بااختیاری

حقوق کا شعور عوام کو فعال شہری بناتا ہے۔ آئین کی دفعات 184 اور 199 شہریوں کو یہ حق دیتی ہیں کہ وہ اپنے بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے اعلیٰ عدالتوں سے رجوع کریں مگر بیشتر لوگ اس کا علم ہی نہیں رکھتے، جس سے یہ قانونی راستہ غیر مؤثر ہو جاتا ہے۔ بدقسمتی سے، یہ عدالتی اختیارات اکثر سیاسی جماعتوں کے رہنما اپنی سیاسی لڑائیوں کے لیے استعمال کرتے ہیں، جبکہ عام شہری اس سے فائدہ نہیں اٹھا پاتے۔

اگر عوام کو اپنے حقوق کا شعور ہو تو وہ نا صرف غیر منصفانہ قوانین کو چیلنج کر سکتے ہیں، بلکہ بہتر عوامی خدمات کا مطالبہ بھی کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں شہریوں نے ماحولیاتی، معاشی یا سماجی حقوق کے لیے عدالتوں سے رجوع کیا، لیکن یہ راستہ آج بھی مشکل اور پیچیدہ ہے۔ عباس (2021) کے مطابق پاکستان میں "پبلک انٹرسٹ لٹیگیشن " جیسے اقدامات انصاف تک رسائی کو بہتر بنا سکتے ہیں، خاص طور پر جب عدالتی نظام بوجھ، کرپشن، اور سرکاری سستی کا شکار ہو۔ وفاق کا "معلومات تک رسائی کا حق" اور خیبر پختونخوا میں "بنیادی خدمات کا حق" جیسے قوانین براہِ راست لوگوں کی روزمرہ زندگی سے جڑے ہوئے ہیں، مگر ان کا استعمال بھی عوامی آگاہی نہ ہونے کی وجہ سے بہت کم ہے۔

آئینی تعلیم بہتر جمہوریت میں کیسے مدد دیتی ہے؟

آئینی تعلیم عوام کو معلومات پر مبنی ووٹنگ کے فیصلے کرنے کے قابل بناتی ہے، بجائے اس کے کہ وہ صرف برادری یا سفارش کے نظام کی بنیاد پر ووٹ دیں۔ تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ شہری آگہی تنقیدی سوچ کو فروغ دیتی ہے اور سیاسی شراکت کو بڑھاتی ہے۔ پاکستان میں اگرچہ نصاب میں جمہوریت کا ذکر موجود ہے، پھر بھی لوگ انتخابات یا وکالت میں آئینی اصولوں کو بروئے کار نہیں لا پاتے۔ شہری تعلیم عوام کو یہ بھی سکھاتی ہے کہ دو انتخابات کے درمیانی وقفے میں بھی وہ اداروں اور عوامی نمائندوں کو جوابدہ ٹھہرا سکتے ہیں۔

قانون کی حکمرانی

ایک ایسا معاشرہ جہاں عوام آئینی اصولوں کا علم رکھتے ہوں اور ان کے نفاذ کا مطالبہ کریں، وہاں قانون کی حکمرانی مضبوط ہوتی ہے۔ پاکستان کی عدالتوں نے اس اصول کو 2007 کی ایمرجنسی کے دوران تسلیم کیا جب فوجی حکومت کو غیر آئینی قرار دیا گیا۔ لیکن جب عوام کو اپنی قانونی مدد کے راستوں کا علم نہ ہو، تو ادارے ان کے حقوق پامال کرتے رہتے ہیں اور ادارہ جاتی ساکھ کمزور پڑتی ہے۔

متنوع معاشروں میں سماجی ہم آہنگی

آئینی شعور مختلف قومیتی، علاقائی اور مذہبی گروہوں میں یکجہتی کو فروغ دیتا ہے۔ آئین میں موجود مساوات، مذہبی آزادی، اور قانون کے سامنے برابری جیسے حقوق، اگر سمجھ میں آئیں تو وہ ایک جامع قومی شناخت کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ پاکستان میں سول سوسائٹی ان اصولوں کو محروم طبقات تک پہنچانے کی کوشش تو کر رہی ہے، لیکن ان کی رسائی محدود ہے۔ اگر آئینی تعلیم کو وسیع پیمانے پر فروغ دیا جائے تو مختلف طبقات میں اعتماد بڑھے گا اور انسانی قدروں پر مبنی یکجہتی مضبوط ہوگی۔

آئینی شعور ایک آپشن نہیں، ایک ضرورت ہے۔ یہ آئین کو زندگی بخشتا ہے، اسے محض ایک قانونی کتاب کے بجائے عوامی طاقت کا ذریعہ بناتا ہے۔ جب لوگ اپنے آئینی حقوق جانتے ہیں تو وہ جمہوریت میں حصہ لیتے ہیں، قانون کے محافظ بنتے ہیں، اور معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہیں۔ اگرچہ عدالتی فیصلے اور ادارہ جاتی اصلاحات ایک بنیاد

فراہم کرتے ہیں، لیکن جب تک اسکولوں، میڈیا، سول سوسائٹی اور ریاستی اداروں کے ذریعے ایک وسیع پیمانے پر شہری تعلیم کی مہم نہیں چلائی جاتی، تب تک آئینی جمہوریت کا وعدہ پورا نہیں ہو سکے گا۔ پاکستان میں جمہوریت کو مضبوط اور پائیدار بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ہر شہری آئین کو اپنی طاقت اور اپنی حفاظت کے آئینے کے طور پر دیکھے۔

موجودہ تعلیمی نظام اور عوامی مکالمے میں پائے جانے والے خلا

تعلیمی اداروں میں شہری حقوق کی تعلیم کا فقدان

پاکستان کا رسمی تعلیمی نظام شہری یا آئینی تعلیم دینے میں ناکام نظر آتا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں زیادہ زور رٹا لگانے اور قومی بیانیے کو دہرانے پر دیا جاتا ہے، بجائے اس کے کہ تنقیدی سوچ یا عملی جمہوری نظام کو سمجھایا جائے۔ 2014 میں ڈان اخبار کے ایک تجزیے میں انکشاف ہوا کہ ہائیر ایجوکیشن کمیشن سے وابستہ ریسرچرز میں سے 75 فیصد کو کبھی بھی شہری اور آئینی حقوق کی تعلیم نہیں دی گئی، جبکہ 88 فیصد کو اپنے "شہری تعلیم" کے کسی استاد کا نام تک یاد نہیں تھا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد بھی بنیادی شہریت سے متعلق شعور نہیں رکھتے۔

2018 میں پنجاب کے سیکنڈری سطح کے نصاب کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ شہری تعلیم محدود اور غیر مربوط ہے، اور سیاسی شعور یا تنقیدی سوچ جیسے موضوعات بمشکل ہی نصابی کتابوں میں شامل ہیں۔ مزید تحقیق سے پتا چلا کہ "مطالعہ پاکستان" جیسے مضامین بھی میں صرف 5 فیصد حصہ سیاسی تعلیم، وہ بھی محض رسمی انداز میں، جیسے "اظہارِ رائے کی آزادی" یا "پرائیویسی" کے ذکر پر مشتمل ہے۔ اعلیٰ درجے کے نجی اسکولوں میں بھی تاریخ کی تعلیم زیادہ تر یادداشت اور مذہبی و قومی بیانیوں پر مرکوز ہے، جبکہ عالمی نصاب میں مکالمہ، تنقید، اور سیاسی شرکت پر زور دیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں ایسے طلبہ پیدا ہو رہے ہیں جو ریاستی بیانیہ تو دہرا سکتے ہیں، مگر نہ سوال اٹھا سکتے ہیں، نہ جمہوریت میں حصہ لے سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے آئینی حقوق استعمال کر سکتے ہیں۔

پاکستان میں شہری و آئینی تعلیم کا سفر بھی سیاست اور عسکری مداخلتوں کے زیرِ اثر رہا ہے۔ اگرچہ کچھ ادوار میں اس شعبے پر توجہ دی گئی، جیسے 1988 میں بینظیر بھٹو کے تعلیمی اصلاحات اور 2009 میں بنیادی حقوق کو نصاب میں شامل کرنے کی کوشش، مگر یہ اقدامات اکثر نظام کی تبدیلیوں یا نظریاتی رجحانات کی وجہ سے روک دیے گئے، مثلاً حالیہ "سنگل نیشنل کریکولم" جو حقوق پر مبنی تعلیم کے بجائے قوم پرستی اور مذہبی نظریات کو ترجیح دیتا ہے۔

اگرچہ پارلیمان نے کبھی کبھار آئینی آگاہی کی مہمات شروع کیں، جیسے 2024 کے انتخابات کے بعد آئین کی گولڈن جوبلی کی تقریبات، مگر ان کے اثرات محدود رہے۔ شہری تعلیم چند مخصوص مضامین تک محدود ہے اور جامعات میں اس کا تقریباً کوئی وجود نہیں۔ اساتذہ پرانے طرزِ تدریس پر انحصار کرتے ہیں، جبکہ طلبہ کی رہنمائی یا تربیت کے لیے حکومتی معاونت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اقلیتوں، خواتین، اور مقامی حکومتوں پر بات چیت صرف غیر سرکاری تنظیموں تک محدود ہے، جس کی وجہ سے نوجوان اور عام شہری یہ نہیں جان پاتے کہ ریاست سے کیسے رجوع کریں یا اپنے حقوق کیسے حاصل کریں۔

یونیورسٹیوں میں طلبہ یونین پر 1984 سے پابندی ہے، جس سے طلبہ کی سیاسی و سماجی تربیت اور قیادت کی صلاحیتیں ختم ہوتی جا رہی ہیں۔ 2018 کے قومی شہری تعلیم کمیشن ایکٹ کے تحت ایک ادارہ قائم تو کیا گیا، مگر اسے مطلوبہ فنڈز، تربیت یافتہ اساتذہ، اور مؤثر تدریسی حکمتِ عملی نہ مل سکی۔ نتیجتاً، طلبہ کو نہ جمہوری مشق کے مواقع میسر ہیں، نہ کسی عملی تجربے کا ماحول ہے۔

میڈیا اور عوامی مکالمے میں حقوق پر مبنی بیانیے کی کمی

تعلیمی خلا کے ساتھ ساتھ پاکستان کے میڈیا میں بھی شہری و آئینی شعور کی شدید کمی ہے۔ زیادہ تر ٹی وی چینلز اور اخبارات آئینی حقوق، عدالتی جوابدہی، یا عوامی شراکت جیسے موضوعات کو نظر انداز کرتے ہیں اور زیادہ زور سنسنی خیز خبروں یا ریاستی بیانیے پر دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام کی زندگی سے جڑے مقامی مسائل اور اختلافی آوازیں میڈیا میں جگہ نہیں پاتیں، جس سے نچلی سطح پر عوامی شعور مزید کمزور ہوتا ہے۔

اگرچہ سوشل میڈیا میں عوامی آوازوں کے لیے جگہ ہے، مگر یہ بھی غلط معلومات، نفرت انگیزی، اور تقسیم کی سیاست سے بھرا ہوا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ کم خواندہ صارفین میں جھوٹی خبریں تیزی سے پھیلتی ہیں۔ اس ماحول، خاص طور پر دیہی اور محروم علاقوں میں، آئینی صحافت اور جامع عوامی مکالمہ اپنی جگہ نہیں بنا پاتا۔

میڈیا، جو آئینی شعور کو عام کرنے کا بہترین ذریعہ ہو سکتا ہے، زیادہ تر اشتہاری مفادات یا سیاسی دباؤ کے تحت کام کرتا ہے۔ شہری مسائل جیسے آزادیٔ صحافت، اقلیتوں کے حقوق، اور صنفی انصاف عموماً صرف خاص دنوں جیسے "انسانی حقوق کے عالمی دن" پر سرسری انداز میں رپورٹ کیے جاتے ہیں۔ اکثر صحافیوں کو آئینی معلومات حاصل نہیں ہوتیں، یا وہ سنسرشپ کے خوف سے حساس معاملات پر تنقید سے گریز کرتے ہیں۔

اس سارے عمل کا نتیجہ ایک ایسی عوام بنتی ہے جو غیر فعال ہے اور مصدقہ اور ضروری معلومات سے محروم ہے۔ عام لوگ ووٹ دیتے یا قانونی مدد لیتے وقت اکثر سفارش، برادری، یا مذہبی شناخت پر انحصار کرتے ہیں، جبکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ آئین کی دفعہ 199 انہیں بنیادی حقوق کے تحفظ کے لیے عدالت سے رجوع کرنے کا حق دیتی ہے۔

یہ ماحول صرف معلومات کی کمی نہیں پیدا کرتا، بلکہ معاشرتی تفریق کو بھی گہرا کرتا ہے۔ تعلیمی نصاب اور میڈیا جب تنقید کے بجائے صرف مذہبی یا قومی فخر پر زور دیتے ہیں، تو اقلیتی اور مختلف خیالات رکھنے والے گروہ الگ تھلگ ہو جاتے ہیں۔ اس سے معاشرے میں ہم آہنگی، ہمدردی، اور جمہوری اتحاد بھی کمزور ہوتا ہے۔

ریاست کی طرف سے آئینی شعور کے فروغ کی کوششیں

1980 اور 1990 کی دہائیوں میں ریاست نے کچھ کوششیں کیں کہ آئینی شعور کو فروغ دیا جائے، جن میں سب سے نمایاں بینظیر بھٹو کی 1988–90 کی حکومت میں تعلیم کے شعبے میں اصلاحات تھیں۔ تاہم، ان کوششوں کو سیاسی عدم استحکام اور نظریاتی تنازعات نے متاثر کیا۔

2010 میں 18ویں آئینی ترمیم کے بعد ریاست نے اس معاملے کو سنجیدگی سے لینا شروع کیا۔ اس ترمیم کے ذریعے پارلیمانی بالادستی کو تقویت ملی اور اختیارات صوبوں کو منتقل کیے گئے، جس سے عوام کو آئین کے اصولوں کو سمجھنے کی اور بھی زیادہ ضرورت پیش آئی۔ اس کے جواب میں ایک بڑے پیمانے پر شہری تعلیم پروگرام شروع کیا گیا جس کے تحت کتابچے، ہینڈ بکس، اور نصابی ماڈیولز تیار کیے گئے تاکہ نوجوانوں اور عام شہریوں کو ان کے آئینی حقوق اور جمہوری اداروں سے متعلق آگاہی دی جا سکے۔

تاہم یہ کوششیں زیادہ دیرپا اثر نہ ڈال سکیں، کیونکہ انہیں تعلیمی اداروں کے نصاب میں مکمل طور پر ضم نہیں کیا گیا۔ یہ زیادہ تر وقتی تربیتی ورکشاپس یا مطبوعات تک محدود رہیں۔ میڈیا، ڈیجیٹل پلیٹ فارمز، اور تعلیمی ادارے، جو اس کام میں کلیدی کردار ادا کر سکتے تھے، کو پوری طرح استعمال نہیں کیا گیا۔ موثر آئینی تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کے لیے، ان تمام شعبوں کو آئینی شعور کو عوامی زندگی کا حصہ بنانے کے لیے زیادہ مؤثر، مربوط، اور پائیدار کردار ادا کرنا ہوگا۔

علاقائی اور عالمی تجربات سے سیکھنے کے مواقع

بھارت میں این سی ای آر ٹی کی نصابی کتب اور ''سموِدھان ریڈیو''

بھارت کا نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ (این سی ای آر ٹی) ایک مؤثر ماڈل فراہم کرتا ہے جس کے تحت طلبہ میں شہری اقدار، آئینی شعور اور سیاسی شعور کو فروغ دیا جاتا ہے۔ چھٹی جماعت سے ہی طلبہ کو آزادی، مساوات اور بھائی چارے جیسے آئینی اصولوں سے متعارف کرایا جاتا ہے، جبکہ مقامی پنچایتوں سے لے کر وفاقی اداروں تک کے نظام پر بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ ان نصابوں میں صرف یادداشت پر زور نہیں بلکہ مکالمے، تنقیدی سوچ، اور سماجی شمولیت کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، جس سے آئین کو ایک زندہ دستاویز کے طور پر سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

اسی مقصد کے لیے بھارت میں ''سمودھان ریڈیو'' بھی متعارف کروایا گیا، جو کہ آئین کے 75ویں یوم تاسیس کے موقع پر شروع کیا گیا۔ یہ ریڈیو پروگرام آل انڈیا ریڈیو اور یونیورسٹی چینلز پر نشر ہوتا ہے اور شہری حقوق، اہم عدالتی فیصلوں، اور جمہوری شرکت جیسے موضوعات کو عام فہم انداز میں پیش کرتا ہے۔ یہ اقدامات واضح کرتے ہیں کہ رسمی تعلیم کو میڈیا جیسے پلیٹ فارمز سے جوڑ کر شہری شعور کو وسیع پیمانے پر عوام تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ پاکستان اس ماڈل کو اختیار کر کے آئینی آگاہی کو بہتر بنا سکتا ہے۔

کینیا: 2010 کے بعد آئینی اصلاحات اور شہری تعلیم

کینیا کے 2010 کے آئین کو ''عوام کا آئین'' کہا جاتا ہے، جس کے بعد وسیع پیمانے پر شہری تعلیم کی مہمات چلائی گئیں۔ ''اورایا ٹرسٹ'' جیسے غیر سرکاری اداروں نے عوامی ریفرنڈم سے پہلے اور بعد میں ملک گیر آگاہی مہمات چلائیں۔ حکومت نے ''کینیا نیشنل انٹیگریٹڈ سِوک ایجوکیشن پروگرام '' کے تحت اسکولوں اور کمیونٹی مراکز کے لیے 21 سیشنز پر مبنی شہری نصاب متعارف کروایا۔

انتخابی کمیشن نے ووٹر تعلیم کی ذمے داری سنبھالی اور دیگر اداروں کے ساتھ مل کر جمہوری تربیت کو فروغ دیا۔ آزاد عدلیہ اور پولیس کی نگرانی کے ادارے بھی متحرک کیے گئے۔ ان اقدامات کے نتیجے میں عوام کا ریاستی اداروں پر اعتماد بڑھا۔ مثلاً عدلیہ پر عوامی اعتماد 2009 میں 27 فیصد سے بڑھ کر 2013 میں 61 فیصد ہو گیا۔

تیونس: ''عرب بہار'' کے بعد آئینی مکالمہ

صدر بن علی کے زوال کے بعد تیونس میں جمہوریت کی بحالی میں طلبہ، مزدور یونینز اور وکلا نے اہم کردار ادا کیا۔ ''کسبہ'' جیسے علاقوں میں عوامی اجتماعات منعقد کیے گئے جہاں ماہرین آئینی موضوعات پر کھلے عام لیکچر دیتے رہے۔ ان اقدامات سے آئین پر عوامی ملکیت کا احساس پیدا ہوا، جس کے نتیجے میں 2014 کا آئین تشکیل پایا۔

تاہم صدر سعید کے دور میں جمہوریت کے خاتمے اور آمریت کی واپسی سے سیکھنے کا ایک اہم سبق یہ بھی ہے کہ آئینی تعلیم ایک وقتی عمل نہیں، بلکہ اسے مستقل بنیادوں پر برقرار رکھنا ضروری ہے۔ بصورت دیگر جمہوریت تنزلی کا شکار ہو سکتی ہے۔

کولمبیا: امن معاہدے کے بعد شہری تعلیم

طویل خانہ جنگی کے بعد 2016 کے امن معاہدے کے تحت کولمبیا میں ''امن، جمہوری شمولیت، اور انسانی حقوق'' پر مبنی نصاب متعارف کروایا گیا۔ ''کیتھیدرا دے لا پاز'' (امن کی کرسی) کے عنوان سے قانون 1732 کے تحت اسکولوں میں امن کی تعلیم لازمی قرار دی گئی، جس میں اختلافِ رائے، عدم تشدد، تنوع کا احترام اور سرگرم شہریت جیسے موضوعات شامل تھے۔ اساتذہ کو تربیت فراہم کی گئی تاکہ وہ مقامی سیاق وسباق میں ان موضوعات پر تدریس کر سکیں۔

میڈیا اور سول سوسائٹی نے بھی اس مہم کا ساتھ دیا، دستاویزی فلمیں، کہانی سنانے کے پروگرام، اور عوامی مباحثے نشر کیے گئے تاکہ عوام میں قانونی انصاف اور جمہوری مکالمے کو فروغ دیا جا سکے۔

عالمی تجربات کی روشنی میں پاکستان کے لیے اہم رہنما اصول

کثیر الجہتی شہری تعلیم

پاکستان، بھارت کے دوہرے ماڈل این سی ای آر ٹی نصاب اور ''سمودھان ریڈیو'' سے سیکھ سکتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں عمر کے مطابق آئینی نصاب مرتب کیا جائے، جبکہ اردو اور علاقائی زبانوں میں ریڈیو/میڈیا کے ذریعے آئینی شعور کو دیہی علاقوں اور کم خواندہ طبقات تک بھی پہنچایا جائے۔

ادارہ جاتی انضمام

کینیا کی طرح پاکستان کو وزارتِ تعلیم اور پارلیمانی اداروں کی مدد سے شہری تعلیم کو باقاعدہ قانونی حیثیت دینی چاہیے، جسے الیکشن کمیشن، عدلیہ، اور دیگر نگرانی کے اداروں سے مربوط کیا جا سکے۔ شہریوں کو ووٹ کے حق، شکایتی نظام، اور عوامی نگرانی کے اصول سکھائے جائیں۔

سول سوسائٹی کی قیادت

تیونس کے تجربے سے سیکھتے ہوئے پاکستان میں طلبہ، یوتھ فورمز، اور سول سوسائٹی کو وسائل دیے جائیں تاکہ وہ آئین سے متعلق عوامی مکالمے، مذاکرے، اور مباحثوں کا انعقاد صرف انتخابات یا ہنگامی حالات میں نہیں بلکہ مستقل بنیادوں پر کر سکیں۔

تسلسل اور نگرانی

کسی بھی نصاب یا مہم کی کامیابی کے لیے اس کا تسلسل، نگرانی، اور تجزیہ ضروری ہے۔ اساتذہ کی دوبارہ تربیت، نصاب کی وقتاً فوقتاً تجدید، اور ادارہ جاتی تحفظات بھی شہری تعلیم کا حصہ بننے چاہییں تاکہ ماضی کی طرح یہ اقدامات ناکام نہ ہوں۔

سرکاری تعلیمی اداروں میں "آئین و شہریت کے شعبے" کا قیام

پاکستان، کولمبیا کے تجربے سے اہم اور قابل عمل سبق حاصل کر سکتا ہے۔ جیسے کولمبیا نے اپنے امن نصاب کے ذریعے قومی سطح پر تقسیم کو مٹانے، جمہوری شعور کو فروغ دینے، اور تنازع کے بعد سماجی اعتماد بحال کرنے کی سنجیدہ کوشش کی، ویسے ہی پاکستان، جو شہریوں کی عدم دلچسپی، معاشرتی انتشار اور وقتاً فوقتاً آمریت جیسے بحرانوں سے دوچار رہا ہے، ایسے اقدامات اپنا کر پُرامن مکالمے کو فروغ دے سکتا ہے، متنوع آوازوں مثلاً اقلیتوں، خواتین اور دیہی طبقات کو قومی بیانیے میں شامل کر سکتا ہے، اور شہری اعتماد کی بحالی کی راہ ہموار کر سکتا ہے۔

اس مقصد کے لیے وفاقی سطح پر بااختیار اور وسائل سے لیس "آئین و شہریت کے شعبے" کا سرکاری اسکولوں اور کالجوں میں قیام ایک مؤثر اور دیرپا اقدام ہو سکتا ہے، جو نہ صرف نوجوان نسل کو آئینی شعور سے آراستہ کرے گا بلکہ پاکستان کے سماجی معاہدے کو نئی زندگی دینے میں مددگار ثابت ہوگا۔

پاکستان میں شہری و آئینی تعلیم کے فروغ کے لیے پالیسی سفارشات

نصاب میں اصلاحات

پاکستان میں آئینی شعور کو جمہوری ثقافت کا بنیادی ستون بنانے کے لیے فوری اور جامع نصابی اصلاحات ناگزیر ہیں۔ قومی نصاب کو محض سیاسی تاریخ کے سطحی جائزے سے آگے بڑھتے ہوئے طلبہ کو آئین کو ایک زندہ دستاویز کے طور پر سمجھانے کی ضرورت ہے۔ ایک ایسا معاہدہ جو ان کے حقوق، فرائض اور حکومتی ڈھانچوں کو تشکیل دیتا ہے۔ بھارت کے این سی ای آر ٹی، شہری تعلیم کا نصاب اور کولمبیا کے جنگ کے بعد تعلیمی اصلاحات جیسے کامیاب ماڈلز سے سیکھتے ہوئے پاکستان میں بھی ابتدائی جماعتوں سے لے کر اعلیٰ تعلیم تک عمر کے لحاظ سے موزوں اور حقوق پر مبنی مواد متعارف کرایا جانا چاہیے۔ ان اصلاحات میں قانون کی حکمرانی، جمہوری ادارے، اختیارات کی تقسیم، شہری فرائض اور آئین کے آرٹیکل 8 سے 28 تک کے تحت شہریوں کے لیے دستیاب قانونی راستے شامل ہوں۔

"سنگل نیشنل کریکولم" اگرچہ یکسانیت کی طرف ایک قدم ہے، تاہم اس میں تنوع، اقلیتوں کے حقوق اور شراکتی طرزِ حکمرانی کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ ان کمیوں کو دُور کرنا ضروری ہے۔ بنیادی حقوق اور وفاقی نظام، بشمول مقامی حکومتوں کے ڈھانچے، کو طلبہ کی روزمرہ زندگی سے جوڑ کر پڑھایا جانا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ، شہری تعلیم کی کتابوں کو از سرِ نو ترتیب دے کر تنقیدی سوچ، مکالمے اور مختلف نقطۂ نظر کو سمجھنے پر مبنی بنایا جائے، نہ کہ رٹے پر مبنی نصاب ترتیب دیا جائے۔ 2009 کی قومی تعلیمی پالیسی (پالیسی ایکشن 4) اور حالیہ پارلیمانی اتفاق رائے ہمیں آئینی اقدار کو مرکزی تعلیم کا حصہ بنانے کا نیا موقع فراہم کرتے ہیں، بشرطیکہ ان کے ساتھ مؤثر عملدرآمد اور جواب دہی کے واضح نظام موجود ہوں۔

نوجوانوں کی شمولیت پر مبنی آئینی و شہری تربیت کے پروگرام

پاکستان کے نوجوان، جو کہ اکثر آن لائن سیاسی سرگرمیوں میں سرگرم ہوتے ہیں، شہری شعور پر مبنی سیشنز میں شرکت سے محروم رہتے ہیں۔ چونکہ اکثریت کے پاس انٹرنیٹ تک رسائی ہے، اس لیے ایک موبائل ایپلی کیشن جو آئینی شعور سے متعلق عام سوالات کے خودکار جوابات دے، نوجوانوں کے لیے ایک مؤثر تعلیمی ذریعہ بن سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، قومی ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے عوامی پیغامات، انفوگرافکس، اور سمعی و بصری مواد پھیلایا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک رسائی حاصل ہو سکے۔

اس خلا کو پُر کرنے کے لیے شہری تعلیم کے پروگراموں کو رسمی تعلیم سے باہر تک وسعت دی جائے۔ بھارت کے "سمویدھان لائیو ریڈیو" یا کولمبیا کے "کا تھیڈرا دے لا پاز" جیسے ماڈلز کو پاکستانی سیاق و سباق کے مطابق ڈھال کر ریڈیو نشریات، پوڈکاسٹ، ڈیجیٹل ایپس، اور موبائل لرننگ کے ذریعے اپنایا جا سکتا ہے۔

جامعات میں شہری تعلیم کی سوسائٹیز قائم کی جائیں جو الیکشن کمیشن، بار ایسوسی ایشنز، اور انسانی حقوق کے اداروں کے ساتھ مل کر کام کریں۔ نوجوانوں کے لیے فرضی پارلیمان، فرضی آئینی عدالتیں، اور مقامی اداروں یا سول سوسائٹی کے ساتھ انٹرن شپ کے پروگرام، طلبہ کو آئینی اصولوں کو اپنی زندگی سے جوڑنے میں مدد دیں گے۔ یہ اقدامات ایک ایسی نسل تیار کریں گے جو نہ صرف نظامِ حکومت کو سمجھے گی بلکہ جمہوری اداروں کے تحفظ میں ذاتی دلچسپی بھی لے گی۔

کمیونٹی اور میڈیا کی شمولیت

جمہوری آئین تبھی پروان چڑھ سکتا ہے جب وہ عام شہری کی روزمرہ زندگی سے جُڑا ہوا ہو۔ دیہی اور پسماندہ طبقات کے لیے کمیونٹی پر مبنی تعلیم نہایت اہم ہے۔ مقامی حکومتوں، مذہبی رہنماؤں، اساتذہ اور سول سوسائٹی کو متحرک کیا جائے تاکہ میلے، مطالعہ گروپس، تھیٹر اور مقامی کہانی گوئی جیسے ذرائع سے آئینی آگاہی مہمات چلائی جا سکیں۔ ان سرگرمیوں کو خاص طور پر خواتین، اقلیتوں، معذور افراد اور غیر رسمی تعلیمی نظام سے باہر افراد کو مدِنظر رکھتے ہوئے ڈیزائن کیا جائے۔

میڈیا کی صلاحیت سے ابھی تک مکمل فائدہ نہیں اُٹھایا گیا۔ مرکزی ٹی وی اور ڈیجیٹل میڈیا اداروں کو شہری تعلیم کے مواد نشر کرنے کے لیے ترغیب دی جائے اور بعض صورتوں میں ان پر یہ لازم کیا جائے۔ عوامی خدمت کے پیغامات، آئینی وضاحتیں، حقوق پر مبنی ٹاک شوز، اور طرزِ حکمرانی پر پروگرام، جیسے بجٹ کیسے بنتے ہیں، رِٹ پٹیشن کیسے دائر کی جاتی ہے، یا ایک مقامی کونسلر کا کیا کردار ہوتا ہے، کو معمول کا حصہ بنایا جائے۔ خود صحافیوں کو بھی آئینی شعور کی تربیت دی جائے تاکہ وہ سیاسی بحران یا عدالتی کارروائیوں کے دوران غلط بیانی سے گریز کر سکیں۔ ریاست، میڈیا ریگولیٹرز اور پریس کلبز مل کر آئینی مسائل پر ذمے دارانہ اور باخبر رپورٹنگ کو فروغ دیں۔

سول سروس اور اساتذہ/فیکلٹی کی تربیت

کوئی بھی شہری اصلاح کی مہم اس وقت تک مؤثر نہیں ہو سکتی جب تک اساتذہ اور منتظمین کو مطلوبہ اوزار فراہم نہ کیے جائیں۔ اساتذہ کے تربیتی پروگراموں میں شہری تعلیم کے ایسے طریقے شامل کیے جائیں جو صرف درسی کتب پر انحصار نہ کریں بلکہ مکالمہ، مباحثہ، اور تنقیدی سوچ پر مبنی ہوں۔ سرکاری شعبے میں اساتذہ کی بھرتی کے وقت آئینی اور شہری اقدار سے واقفیت کو ترجیح دی جائے، اور ان اساتذہ کو مراعات دی جائیں جو کلاس روم میں شہری تعلیم کو مؤثر انداز میں نافذ کریں۔

اسی طرح، سرکاری ملازمین، خصوصاً ضلعی سطح پر، کی تربیت میں بھی آئینی اصولوں کو خدمات کی فراہمی، شفافیت، اور عوامی جواب دہی سے جوڑنا چاہیے۔ نیشنل اسکول آف پبلک پالیسی، سول سروسز اکیڈمی، اور صوبائی تربیتی اداروں کے کورسز کو از سرِ نو ترتیب دیا جائے تاکہ ان میں آرٹیکل 4، 5، 9، 14، اور 25 کے تحت ریاستی اہلکاروں کی آئینی ذمے داریوں پر زور دیا جائے۔ سرکاری کارکردگی کو شہری رسپانس سے منسلک کرنا، جیسے عوامی شکایات کے ازالے یا معلومات کی فراہمی، عوامی اعتماد کی بحالی میں مدد دے گا۔

مختصراً، پاکستان میں آئینی شعور کو ادارہ جاتی سطح پر فروغ دینے کے لیے ایک جامع، باہم مربوط اور مسلسل قومی کوشش کی ضرورت ہے۔ آئین کو ایک خشک قانونی کتاب کی بجائے "عوام کا معاہدہ" سمجھا جائے، جو روزمرہ انصاف، احتساب اور عزتِ نفس کا محور ہو۔ یہ پالیسی سفارشات، جو مقامی خلا اور عالمی تجربات پر مبنی ہیں، ہمیں اس تبدیلی کی جانب ایک واضح راستہ فراہم کرتی ہیں۔

مقامی سطح پر شہری تعلیم کی کوششیں

مقامی سطح پر کام کرنے والے فورمز، تعلیمی ادارے، اور غیر رسمی شہری تنظیمیں، جیسے کمیونٹی ایسوسی ایشنز، صحافی، اور سول سوسائٹی کی تنظیمیں، آئینی شعور کو فروغ دینے کے لیے مؤثر ذرائع بن سکتے ہیں۔ اگر ان پلیٹ فارمز کو مناسب تربیت، تعلیمی مواد، اور سہولت فراہم کی جائے تو یہ مقامی سطح پر مکالمے، آگاہی، اور شہری عمل کے لیے قابلِ اعتماد جگہ بن سکتے ہیں۔ ان کو بااختیار بنا کر آئینی حقوق، جمہوری عمل، اور شراکتی طرزِ حکمرانی کے بارے میں معلومات پھیلانے سے شہریوں اور ریاست کے درمیان خلیج کم ہو گی، خاص طور پر محروم علاقوں میں، اور ایک باخبر، فعال اور مضبوط جمہوریت کی بنیاد رکھی جا سکے گی۔

اختتامیہ

پاکستان ایک نازک موڑ پر کھڑا ہے جہاں جمہوریت کا استحکام محض ادارہ جاتی اصلاحات پر نہیں، بلکہ عوام کی آئینی نظام کو سمجھنے، اس میں حصہ لینے اور اسے اپنی ملکیت سمجھنے پر منحصر ہے۔ طویل عرصے سے آئین کو ایک دُور کا، اشرافیہ کی حد تک محدود قانونی دستاویز سمجھا جاتا رہا ہے، جس کا حوالہ صرف سیاسی بحرانوں کے وقت دیا جاتا ہے، لیکن عام شہری کی روزمرہ زندگی میں اس کی موجودگی تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس دوری نے عوامی فلاح پر مبنی سیاست، جھوٹی معلومات اور آمریت پسندی کے رجحانات کو پنپنے کا موقع دیا ہے۔

اس رجحان کو پلٹنے کے لیے محض علامتی اقدامات کافی نہیں، اس کے لیے مستقل، سنجیدہ اور دور رس سرمایہ کاری درکار ہے، خاص طور پر شہری اور آئینی تعلیم میں، تاکہ عوام، بالخصوص نوجوانوں اور محروم طبقات، کو ان کے حقوق سے آگاہ کیا جا سکے، اداروں کو جوابدہ بنایا جا سکے، اور جمہوری عمل میں اُن کی مؤثر شرکت ممکن ہو سکے۔

جمہوریت کی کامیابی صرف انتخابات کرانے یا حکومتیں بدلنے میں نہیں، بلکہ ایسی سماج کی تشکیل میں ہے جہاں آئین کو سمجھا جائے، اس کا دفاع کیا جائے، اور عوام اس کے نفاذ کا تقاضا کریں۔ اگر پاکستان اس چیلنج سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کرے، مثلاً اسکولوں میں شہری تعلیم کو رائج کرے، کمیونٹی کو علم سے بااختیار بنائے، اساتذہ اور سرکاری اہلکاروں کی تربیت کرے، اور آئین کو قومی ثقافت کا قابلِ دید حصہ بنائے، تو عوامی اعتماد کی بحالی ممکن ہے اور ایک ایسی جمہوریت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے جو سب کے لیے شمولیتی اور شراکتی ہو۔

وہ ریاست جو اپنے شہریوں کو آئینی اقدار سے روشناس کراتی ہے، وہ خود کو آمریت اور زوال سے محفوظ بناتی ہے اور اپنے لوگوں کے ہاتھوں میں ایک پائیدار اور روشن مستقبل کی بنیاد رکھتی ہے۔

accountabilitylab
PAKISTAN

+92-51-2304983; 2304924
/accountlabpk
info@accountabilitylab.org
pakistan.accountabilitylab.org

Accountability Lab Pakistan
H 626, St. 38, National Police Foundation (NPF), E-11/3 Islamabad.